OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مقاصدِ شریعت کی روشنی میں طبّی اخلاقیات کا عملی نفاذ

Practical Implementation of Medical Ethics in Light of the Objectives of Sharia'h

Jamila
Lecturer, Department of Islamic Studies, Government Girls Degree College, Chamla, Buner
Adnan
Lecturer, Khyber Law College, University of Peshawar

Abstract

This article explores the practical relevance of medical ethics within the framework of the higher objectives of Shariah (Maqāṣid al-Sharī'ah). Medical ethics guide physicians in adopting morally responsible conduct, particularly in an era marked by materialism, diminishing spiritual values, and the inability of modern medicine to address several emerging ethical challenges. In Islam, the ethical foundation of medical practice is deeply rooted in five essential objectives: protection of religion, life, progeny, intellect, and wealth. Any medical procedure that upholds these objectives is considered ethical, whereas actions that violate them are deemed impermissible. Given that the medical profession is directly connected with safeguarding human life, physicians bear significant responsibilities including compassion, patience, confidentiality, social welfare, professional competence, and sincere service. The rising prevalence of diseases such as AIDS, COVID-19, and other infectious illnesses has increased the need for qualified medical practitioners. Therefore, the proper application of

CC BY

medical ethics is crucial for preventing negligence and ensuring professional accountability. This study highlights the importance of integrating Shariah-based ethical principles into contemporary medical issues, particularly in light of rapid technological advancements, social changes, and newly emerging biomedical challenges.

Keywords: Maqasid al-Shariah, Medical Ethics, Islamic Bioethics, Professional Accountability, Contemporary Medical Challenges

تمہید

اخلاقیات شعبہ طب میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے مذہب، طب اور معاشرتی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ تاریخِ اسلام کے اوراق میں یہ زریں اصول مسلّم ہیں کہ ایک مسلم طبیب اور ماہر ڈاکٹر یا ہسپتالوں میں کام کرنے والے ماہرین نے اس زمانے سے طبی اخلاقیات پر توجہ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل پیدا فرمایا ہے اسی افضلیت کے تحت وہ علم جو انسانی بدنی کی حفاظت و بہتری سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی شرافت کا حامل ہے۔ تو جو امتیاز طب کے شعبہ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے شعبے کو حاصل نہیں۔ اسلامی اخلاقیات کا باب چونکہ انتہائی وسیع ہے اس لیے ذیل میں وہ اخلاقیات جو طب کے شعبہ میں کارآمد ہوں ان کا جائزہ لے کر اس کی خصوصیات کو بیان کیا جائے گا:

بحثِ اوّل: اسلامی اخلاقیات اور اس کی عمومی خصوصیات

1۔ نیت کا درست ہونا

نبی کریم ﷺ نے نیت سے متعلق جو روایت بیان فرمائی ہے وہ امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں ابتداء میں لا کر یہی واضح کیا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ»[1]

"تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہو گی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے"۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ایک اچھا ڈاکٹر وہی ہوتا ہے جو دنیوی مفادات کی بجائے اُخروی مفادات کو فوقیت دیتے ہوئے لوگوں کا علاج نیک نیتی سے کرے اور مخلوقِ خداوندی سے حسنِ ظن اور حسنِ سلوک کرے۔

2۔ ٹھیک مشورہ دینا

مرض کے حوالے سے مریض چونکہ ڈاکٹر سے ہر طرح کا مشورہ لیتا ہے اور بطورِ مشیر ڈاکٹر اسے مشورہ دیتا ہے اس لیے ڈاکٹر دوائیوں کے نسخوں، آپریشن اور علاج معالجے کے حوالے مریض کو صحیح مشورہ دیا کرے۔ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«المستَشَارُ مُؤْتَمَنٌ»[2]

"مشیر یعنی جس سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہیئے"۔

3۔ رحمدلی کرنا

ایک طبیب کے لیے رحمدل ہونا ضروری ہے کیونکہ رحیم بندہ ہی دوسروں کے دکھ درد کو سمجھ سکتا ہے اور کسی کی تکلیف اور درد محسوس کیے بغیر اس کا علاج کرنا عبث ہے۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ»[3]

"رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا، رحم رحمن سے مشتق (نکلا) ہے، جس نے اس کو جوڑا اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) جوڑے گا اور جس نے اس کو توڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے کاٹ دے گا"۔

4۔ آسانی پیدا کرنا

دورِ جدید میں ایک طرف مہنگائی نے تباہی مچاہی ہوئی ہے تو دوسری طرف طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ اس مشکل دور میں ایک بہترین معالج وہی ہے جو لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرے۔ بے جا دواؤں اور ٹسٹوں سے گریز کر کے مریض کے لیے آسانی پیدا کرے۔ ربِ کریم ایسے اشخاص کو پسند فرماتا ہے جو لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ آسانی پسند فرماتے ہیں جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[4]

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ارادہ نہیں کرتا تنگی کا"۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ القِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ العَبْدِ مَا كَانَ العَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ»[5]

"جس نے کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور فرمادے گا، جس نے دنیا میں کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں میں آسانی کرے گا، اور جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیب کی پردہ پوشی کرے گا، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہوتا ہے"۔

5۔ بھید کی پاسداری

چونکہ ایک معالج اپنے مریض کی ہر قسم کی بیماری سے باخبر ہوتا ہے اس لیے اس کے عیوب اور بیمار کو راز رکھے البتہ اگر اس کے بیماری کو راز رکھنے کا نقصان دوسروں کو زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مقاصدِ شریعت (دین، جان، عقل، مال اور نسل)

کی حفاظت کی خاطر ڈاکٹر پر ضروری ہو جاتا ہے کہ مریض کے متعلقین کو اس کے مرض سے آگاہ کر دے۔ یہ ایک فقہی قاعدہ بھی ہے:

«يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ؛ لِأَجْلِ دَفْعِ ضَرَرِ الْعَامِّ»[6]

"عام ضرر کو دور کرنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا"۔

6۔ طبی معلومات سے باخبر ہونا

نبی کریم ﷺ نے پختگی والے کام کی پسندیدگی کو ربِ کریم کی پسند فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ»[7]

" اللہ کو یہ پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی کام کرے تو وہ اسے اچھی طرح کرے"۔

اسی طرح ایک نبی کریم ﷺ نے طبیب کو اپنی شعبہ میں مہارت حاصل کرنے سے متعلق فرمایا:

«مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ»[8]

"جو طب نہ جانتا ہو اور علاج کرے تو وہ (مریض کا) ضامن ہو گا"۔

7۔ قولِ سدید

ایک ماہر طبیب کے لیے سچ بولنا انتہائی ضروری ہے۔ یہ اخلاقی صفت ہر طبیب میں ہونا ضروری ہے کیونکہ جھوٹ کا سہارا لے کر عصرِ جدید میں کافی مریضوں کو طرح طرح سے لوٹا جا رہا ہے اس لیے سچ بول کر مریض کو تکالیف سے بچایا جائے۔

8۔ امانت داری

طبی میدان میں جو ذمہ داری طبیب کو سونپی گئی ہے اسے امانت کے طور پر ادا کرنا ایک طبیب کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ مریض کے مرض کے حوالے سے تمام تر معلومات ہوتی ہیں اور وہ معلومات طبیب کے لیے امانت کا حق رکھتے ہیں۔

9۔ خوش کلامی

مریض چونکہ مرض میں مبتلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں مرض کی وجہ سے چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ بات بات پر اسے غصہ آتا ہے اور ناراض رہتا ہے۔ دوسری طرف اکیلا ڈاکٹر ہزاروں مریض کو دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت میں بھی تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات میں خوش کلامی سے کام لینے کی ہدایت دیتے ہوئے عبد اللہ بن عمرؓ کا فرمان ہے:

«لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلاَقًا»[9]

"رسول اللہ ﷺ بدزبان اور لڑنے جھگڑنے والے نہیں تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (جو لوگوں سے کشادہ پیشانی سے پیش آئے)"۔

10۔ صبر و تحمل

بسا اوقات مریض کے معالجہ میں اس کے متعلقین و احباب یا خود مریض سخت کلامی سے کام لیتے ہیں اور کبھی کبھار طبیب کسی ناگواریوں کا سامنا کرتا ہے تو طبیب کو چاہیئے کہ صبر سے کام لے کر ان حالات کو سدھارے۔ صبر کے فضائل سے متعلق چند احادیث نقل کیے جاتے ہیں:

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ نَاسًا مِنَ الأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ»[10]

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے سوال کیا اور آپ ﷺ نے پھر دیا۔ یہاں تک کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس جو مال و دولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے صبر و استقلال دے دیتا ہے۔ اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایاں خیر نہیں ملی۔ (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)"۔

اسی طرح امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں حضرت صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ»[11]

"مومن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے۔ اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں۔ اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے۔ اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، یہ (ابھی) اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے"۔

11۔ غصہ کو قابو کرنا

بسا اوقات ناخوش گواری کی وجہ سے یا کثرت سے مریضوں کو دیکھنے کی وجہ سے ناخوش گواری حالات کی بنا پر معالج کو بھی غصہ آجاتا ہے۔ اس لیے اگر معالج تعلیماتِ نبوی ﷺ کو مدِ نظر رکھے تو ایسے حالات میں بھی غصہ پر قابو پا سکتا ہے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ جَرْعَةً أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ، يَكْظِمُهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ تَعَالَى"[12]

"اللہ کے نزدیک غصہ کے اس گھونٹ سے زیادہ افضل گھونٹ کسی بندے نے کبھی نہ پیا ہو گا جو وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے پیتا ہے"۔

12۔ تکلیف زدہ کو تسلی دینا

تکلیف کی حالت میں معالج کو اپنے مریض اور اس کے متعلقین کو حوصلہ دینی چاہیے اور بیماری سے شفاء کی تسلی بھی دینی چاہیے۔ تکلیف زدہ انسان کو تسلی دینا، بیماری میں اس کی حوصلہ افزائی کرنا، اس کی ہمت کو بڑھانا اور مرض سے شفاء کی تسلی دینا طبی اخلاقیات کے زرین اُصول ہیں۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے تو اس کو تسلی دیتے جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ فَقَالَ لَهُ: «لاَ بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» قَالَ: قُلْتَ: طَهُورٌ؟ كَلَّا، بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ، أَوْ تَثُورُ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ، تُزِيرُهُ القُبُورَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ «فَنَعَمْ إِذًا»[13]

"نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کے پاس اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ کسی کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو مریض سے فرماتے «لاَ بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ» کوئی فکر کی بات نہیں۔ ان شاء اللہ یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے" لیکن اس دیہاتی نے آپ کے ان مبارک کلمات کے جواب میں کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ یہ پاک کرنے والا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ بخار ایک بوڑھے پر غالب آگیا ہے اور اسے قبر تک پہنچا کے رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ایسا ہی ہو گا"۔

مریض کا حوصلہ بڑھانے کی ہدایت دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى المرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ»[14]

"جب تم مریض کے پاس جاؤ تو موت کے سلسلے میں اس کا غم دور کر دو یہ تقدیر تو نہیں بدلتا ہے لیکن مریض کا دل خوش کر دیتا ہے"۔

ایک مسلم ڈاکٹر یا طبیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طبی اخلاقیات کو اپناتے ہوئے اپنے مریضوں کا علاج کرے اور معاشرے میں سدھار کا ذریعہ بنا رہے۔

بحثِ دوم: طبِ اخلاقیات میں شریعت کے مقاصد

صحت شریعت میں نہایت ہی مطلوب اور محمود چیز ہے، صحت مند، توانا شخص ہی عبادتِ خداوندی اور اوامرِ خداوندی کو بہترین طریقہ سے انجام دے سکتا ہے۔ اسلام نے شخصی اور اجتماعی صحت کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے، شخصی صحت ہی اجتماعی صحت کی ضامن ہوتی ہے، اسلام نے صحتِ جسمانی کی اہمیت و افادیت کو جو اُجاگر کیا ہے اس کا اندازہ ان آیات سے لگایا جا سکتا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾[15]

"ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا: ابا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے۔ آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی"۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ، خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ»[16]

"طاقتور مؤمن عزوجل کے یہاں کمزور مؤمن کے مقابل ہر معاملہ میں بہتر اور پسندیدہ ہے"۔

صحتِ جسمانی کی حفاظت کے لیے نبی کریم ﷺ نے دوا اور علاج کی اجازت مرحمت کی ہے، فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ حَيْثُ خَلَقَ الدَّاءَ خَلَقَ الدَّوَاءَ، فَتَدَاوَوْا»[17]

"دوا اور علاج کرو؛ کیونکہ جس ذات نے بیماری پیدا کی ہے اسی نے دوا بھی پیدا کی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شخص کی تعریف و توصیف کی ہے جو بقائے نوع انسانی کے لیے کام کرتا ہے، اور انسانیت کو ہلاکت سے بچاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[18]

"اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی"۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"خلق کے بارے میں شریعت کے مقاصد پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں: اس کے دین، اس کی جان، اس کی عقل، اس کی نسل اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے، بس ہر وہ بات جو ان اُصولِ خمسہ کی ضامن ہو وہ مصلحت قرار پائے گی اور ہر وہ چیز جو ان پانچوں اُمور کی حفاظت میں مخل ہو وہ مفسدہ قرار پائے گی اور اس کا ازالہ مصلحت ہو گا"۔[19]

حضرت علامہ کی اس عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس آدمی کو علاج کی اجازت دینا، جو محض ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر دوا اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، جائز نہیں، ورنہ انسانی نفوس کی سالمیت و حفاظت کو ایک زبردست خطرہ کا سامنا ہو گا جو شریعت کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے۔

نیز ہر کس و ناکس کو اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر علاج کی اجازت سے مصلحت عامہ یا نظام عام کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے جس کا دفع کرنا مصلحت ہے، فقہاء کرام نے بھی "سد ذرائع" کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے کہ جو اسباب و طریقے عمومی حالت میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں ان پر بندش لگانا اور پوری قوت کے ساتھ ان کو دُور کرنا اور ان سے دُور رہنا اسلامی تعلیمات کا اہم ترین جزء ہے، جیسا کہ درجہ ذیل آیت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[20]

"(مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو بُرا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہنے لگیں"۔

لہٰذا کسی شخص کو محض اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر علاج کرنے کی اجازت نہ ہو گی اور اگر اس نے عدم جواز کے بعد بھی علاج کیا اور اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا، یا ہلاک ہوا تو اس پر تاوان لازم ہو گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ»[21]

"جو طب نہ جانتا ہو اور علاج کرے تو وہ (مریض کا) ضامن ہو گا"۔

اسلامی قوانین میں لکھا ہے:

"ایسا شخص قابلِ تعزیر بھی ہو گا، کیونکہ ہر ایسے فعل کے ارتکاب سے مصلحت عامہ یا نظام عام کو ضرر لاحق ہو باعثِ تعزیز ہے"۔[22]

بحثِ سوم: علاج کے ضمن میں شریعتِ اسلامی کے عمومی قواعد

علاج کی بابت شریعت کے عمومی قواعد کی ضمن میں علامہ ابن قیمؒ نے ایک ماہر طبیب اور ڈاکٹر کے لیے بیس اُمور کی کم سے کم واقفیت واہتمام ضروری قرار دیا ہے جن میں سے چند درجہ ذیل ہیں:

1. مرض کس قسم کا ہے؟
2. مرض کے پیدا ہونے کی علت اور سبب کا خیال کرنا
3. مریض کی قوتِ مدافعت سے واقفیت
4. مرض کا بدنی مزاج
5. مزاج طبیعی کے علاوہ حادث مزاج کیسا ہے؟
6. مریض کی عمر
7. مریض کی عادات و معلومات
8. موسم
9. مریض کا وطن اور جائے پیدائش
10. مرض لاحق ہونے کے وقت موسم اور آب و ہوا کی نوعیت
11. مرض کی علاج کے لیے دوا کی تجویز
12. دوا اور مریض کی قوت باہمی کا موازنہ
13. طبی، الٰہیاتی اور نفسیاتی ہر قسم کا طریقہ علاج استعمال کرے[23]

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

«أَيُّمَا طَبِيبٍ تَطَبَّبَ عَلَى قَوْمٍ، لَا يُعْرَفُ لَهُ تَطَبُّبٌ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَعْنَتَ فَهُوَ ضَامِنٌ»[24]

"جس کسی نے اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا حالانکہ طب کا علم اور فن حاصل نہ کیا ہو تو وہ ضامن ہے"۔

جاہل طبیب پر علاج کی صورت میں ضمان ڈالنے کا سبب یہ ہے کہ جب اس نے طب کا کام شروع کر دیا اور اس نے اس سے قبل علم طب نہیں سیکھا تو گویا اس نے لوگوں کی جان سے کھیلنا شروع کر دیا، وہ گویا ایسے کام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے جس کا اسے ذرا علم نہیں۔ وہ مریض سے دھوکہ کرتا اور اسے مبتلائے فریب کرتا ہے، لہٰذا اس پر ضمان لازم آئے گا۔ اس مسئلہ میں اہل علم کا اجماع ہے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

"میرا خیال ہے اگر معالج کی زیادتی کے باعث کوئی مریض ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آنے کے سلسلہ میں کسی کا اختلاف نہیں، البتہ اگر کوئی شخص اس فن میں کچھ علم رکھتا ہو، لیکن تجربہ اور معرفت کے لحاظ سے کوئی مرتبہ نہ رکھتا ہو اس کے علاج سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس پر دیت لازم آئے گی، البتہ قصاص ساقط ہو جائے گی، کیونکہ وہ مریض کے اذن سے یہ فعل کر رہا ہے، ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو دیکھا جائے گا کہ اس مخصوص مرض کے علاج میں اسے سابقہ کامیاب تجربہ ہے یا نہیں، اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا یہ علاج شرعاً درست ہو گا، ورنہ نہیں، بہر وصورت اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا، یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں ہو گا، اس لیے کہ علاج کرنے میں مریض کی طرف سے ماذون ہے"۔[25]

اسی طرح جمہور فقہائے کرام کی رائے بھی یہی ہے ذیل میں ان کی آراء کو بیان کیا جاتا ہے:

- طبیب کو ضامن بنایا جائے گا بشرطیکہ وہ طب کے اُصولوں سے ناواقف ہو یا اس میں ماہر نہ ہو اور کسی مریض کا علاج کرے اور علاج کی وجہ سے اس کو ہلاک کر دے یا کوئی عیب پیدا کر دے۔
- طب کے اُصول جانتا ہو اور علاج میں کوتاہی کرے اور ہلاکت یا عیب سرایت کر جائے۔
- قواعد علاج جانتا ہو اور کوتاہی بھی نہ کرے لیکن مریض کی اجازت کے بغیر اس کا علاج کیا ہو، جیسے کہ بچہ کا ختنہ اس کے ولی کی اجازت کے بغیر یا بڑے کا ختنہ جبراً یا اس کے سونے کی حالت میں کیا ہو۔
- مریض کو کوئی دوا جبراً کھلائے اور اس سے تلف یا عیب پیدا ہو جائے۔
- کسی بچہ کی طرف سے ہونے کے سبب غیر معتبر اجازت سے علاج کیا ہو جبکہ اجازت مثال کے طور پر ہاتھ یا بازو کاٹنے یا پچھنا لگانے یا ختنہ کرنے کی ہو، اور یہ ہلاکت یا عیب کا سبب بن گیا ہو، تو مذکورہ بالا تمام صورتوں میں وہ اپنے علاج پر مرتب ہونے والے نقصانات کا ضمان دے گا۔[26]

چند ایسی صورتوں کا بھی ذکر کیا ہے کہ علاج کی صورت میں اگر کوئی نقصان ہو جائے تو طبیب ضامن نہیں ہو گا:

اگر طبیب کو اجازت دی گئی ہو تو اجازت معتبر بھی ہو، اور وہ حاذق اور اس کے ساتھ سے جنایت نہ ہوتی ہو، اور جس میں اجازت دی گئی ہے اس سے تجاوز نہ کیا ہو، اور ہلاکت سرایت کر جائے تو ضامن نہیں ہو گا، اس لیے کہ ایک ایسا مباح فعل کیا ہے جس کی اجازت تھی۔[27]

اور یہ اس لیے کہ سرایت کر جانے کی وجہ سے جو چیز تلف ہوتی ہے اگر وہ بجائے جہالت و کوتاہی کے کسی اجازت یافتہ سبب سے ہو تو ضمان نہیں ہوتا، اس بنیاد پر طبیب، جراح، پچھنا لگانے والے اور ختنہ کرنے والے پر جبکہ انہیں اجازت دی گئی ہو اور وہ کوتاہی نہ کریں، اور محل معتاد سے تجاوز نہ کریں، ضمان نہیں ہو گا، ورنہ ضمان لازم ہو جائے گا۔[28]

مذکورہ بالا آراء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک ڈاکٹر جسے قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں، یا مریض کی پورے طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی۔ اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو یہ ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہو گا۔

اسی طرح اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لیے بغیر ہی آپریشن کر دیا اور آپریشن کی ناکامی کی وجہ سے مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو بے کار ہو گیا تو ڈاکٹر پر ضمان لازم ہو گا۔ ڈاکٹر نے مریض کی جان بچانے میں ہر ممکن جدوجہد کی ہو تو مناسب یہ ہے کہ مریض کے اولیاء ڈاکٹر کو معاف کریں اور اس سے تاوان نہ لیں۔

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں کہ:

> "ایک طبیب حاذق جو اس فن میں صحیح طور پر ماہر ہو اور اس نے قصداً زیادتی نہ کی ہو، بلکہ شارع اور مریض کی جانب سے وہ ماذون ہو اس سے کوئی عضو یا جان ہلاک ہو جائے یا کوئی صفت، سماعت، بصارت وغیرہ ضائع ہو جائے تو اس پر بالاتفاق کسی طرح کا ضمان نہیں، کیونکہ فی الحقیقت ہر طرح ماذون (اجازت یافتہ) ہے، اسی طرح کسی ماہر اور کارواں طبیب کی جانب سے شگاف دہ

آپریشن کر دیا گیا اور اتفاق سے یہ فعل اس وقت انجام پایا کہ ابھی اس کا موقع نہیں تھا اور مریض ہلاک ہو گیا تو بھی اس پر ضمان نہ ہو گا، اسی طرح ہر ماذون کا فعل جو فاعل کی (قصداً) زیادتی پر مبنی نہ ہو، جیسے حد لگانے والا بالاتفاق غیر ضامن ہے"۔[29]

بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ زیرِ علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ان سے فی الفور رابطہ دشوار ہو اور ڈاکٹر کے نزدیک فی الفور آپریشن لازم ہو، تاخیر کی صورت میں مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو تو اولیاء کی اجازت کے بغیر اسے آپریشن کا حق ہو گا۔

اگر ڈاکٹر اعزہ کی اجازت کے لیے تاخیر کر دے، خدانخواستہ اس درمیان مریض فوت ہو جائے یا اس کا عضو بے کار ہو جائے تو وہ خدا کے نزدیک جواب دہ ہو گا، اس صورت میں اگر آپریشن ناکام ہو گیا یا مریض ہلاک ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا اور اس پر شرعاً تاوان لازم نہیں آئے گا۔

مذکورہ بالا روایات اور اقوال سے پتہ چلا بلا واقف کار کے کسی عمل کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام نے ایک دن اپنی مزدوری لا کر پیش کی، آپؓ نے فرمایا: کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا کہانت کے ذریعہ سے۔ آپؓ نے وہ مزدوری صدقہ کر دی اور ایک روایت میں ہے کہ قے کر دی، آپؓ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ علم کہانت میں نقص ہے اور بعض روایات میں ہے علم حجامت میں نقص ہے، یعنی ناواقف کار کی روزی ہی حلال نہیں۔

پرانے زمانے میں طبابت دیانت دارانہ خدمت خلق تھی، روزینہ اور حصول رزق کا ذریعہ نہیں تھا۔ اب اس کے برعکس ہے، اسی وجہ سے علاج اور ڈاکٹر میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور یہ تجارت کا بہت وسیع میدان بن گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ادویہ کے ذریعہ اگر مرض ختم بھی ہو گیا لیکن دواؤں کے ذریعہ جو مرض پیدا ہوتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا، بلکہ مرض میں امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ان خرابیوں کے سدِ باب کے لیے پابندیاں ضروری ہیں جو موجودہ قانون اور دستور کے مطابق رجسٹریشن اور ڈگریوں پر لگا دی گئی ہیں لیکن اس معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بعض معالج کسی ماہر فن سے تعلیم اور تربیت حاصل کر کے جو علاج شروع کرتے ہیں وہ ڈگری یافتہ اطباء سے کہیں مفسد ثابت ہوتے ہیں، علاج میں ضمان یا جرمانہ (جو کو دیت کہا جاتا ہے) اسی پر موقوف ہے، کہ معالج میں حذاقت علاج پر، خواہ ڈگری کے ذریعہ ہو یا پرائیویٹ طور پر، اگر حذاقت نہیں ہے تو نقصان کی صورت میں ضمان اور جرمانہ ضروری ہے جیسا کہ اوجز المسالک میں ہے:

"اگر کسی ڈاکٹر نے اپنے مریض کا علاج کیا اور اس کی علاج میں اپنی مہارت سے بھی کام لیا لیکن مریض کو فاقہ نہیں ہوا بلکہ اس کو ضرر و نقصان پہنچا تو معالج پر کوئی ضمان نہیں لیکن اگر معالج نے مہارت میں لاپرواہی اور غفلت سے کام لیا تو پھر اس پر جرمانہ اور ضمان ہو گا"۔[30]

علاج اور آپریشن میں اجازت کا معاملہ حالات پر موقوف ہے، ضمان اور سزا کا معاملہ حذاقت اور دیانت پر موقوف ہے۔

متعدی امراض، یعنی چھوت کی بیماریاں جو نزدیکی اور مخالطت سے ایک دوسرے کو لگ جاتی ہیں مثلاً طاعون، جذام، چیچک، خارش اور موجودہ زمانہ میں ایڈز جس کو بہت خطرناک بیان کیا جاتا، عرض کہ متعدی امراض بعض دفعہ وباء کی صورت اختیار کر لیتے ہیں مثلاً آسوب چشم، کالا بخار اور ہیضہ وغیرہ، اس قسم کے مریضوں سے احتیاط اور بچنا لازم ہے۔ احادیثِ مبارکہ اور سیرتِ پاک میں اس کی بہت سی مثالیں اور تعلیمات موجود ہیں۔

الغرض علاج کی ایک قسم چونکہ پرہیز بھی ہے اس لیے ایسے ہی امراض سے جو متعدی ہوں اس سے احتیاط برتنا ضروری ہے۔ البتہ ایسے مریضوں سے نفرت کی ممانعت بھی اسلامی تعلیمات میں ملتی ہے۔ ایسے امراض اور عیوب جو نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں جان کار لوگوں کی ذمہ ہوتی ہے کہ ضرورت پڑنے پر پردہ عیب پوشی نہ کریں بلکہ اسے ظاہر کردیں۔ ایسی صورت میں ایک فریق کو دوسرے کی مضرت سے روکا جاتا ہے، جہاں منفعت اور مضرت جمع ہو جائیں وہاں مضرت کے پہلو کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اس سے متعلق امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"وكذلك من اشترى مملوكاً وقد عرفت المملوك بالسرقة أو بالفسق أو بعيب آخر فلك أن تذكر ذلك فإن سكوتك ضرر المشترى وفي ذكرك ضرر العبد والمشترى أولى "[31]

بحثِ چہارم: طب سے متعلق فقہی ضوابط

اس بحث میں ان قواعد کو ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق طب سے ہے اور فقہائے کرام نے ان سے طبی میادین کے لیے راستے ہموار کیے ہیں۔ ذیل میں چند قواعد کو قلمبند کیا گیا ہے:

قاعدۂ لاضرر

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ»[32]

"نہ کسی کو ابتداء ضرر دینا جائز ہے اور نہ ہی ضرر کے مقابلے میں نقصان پہنچانا درست ہے"۔

اس قاعدے کے دلائل از روئے قرآن

قرآن مجید میں درجہ ذیل آیات میں نقصان اور ضرر دینے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا﴾[33]

"اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ روک رکھو کہ ان پر زیادتی کرے"۔

اولاد کی رضاعت کی ضمن میں فرمایا:

﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّه بِوَلَدِه﴾[34]

"نہ تو ماں ہی کو اس کے بچہ کی وجہ سے ضرر دیا جاوے اور نہ باپ ہی کو اس کی اولاد کی وجہ سے"۔

اسی طرح معاہدہ لکھنے کی صورت میں مکاتب اور گواہ کو تکلیف اور ضرر نہ دینے سے متعلق فرمایا:

﴿ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ﴾[35]

"اور نہ کاتب کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو"۔

اس قاعدے کے دلائل از روئے حدیث

اس قاعدہ کے الفاظ بالکل ایسی ہی حدیث میں بھی مروی ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَضَى أَنْ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ»[36]

"رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کسی کو ضرر پہنچانا ابتداءً یا مقابلہ جائز نہیں"۔

اسی طرح ایک اور روایت سے بھی اس قاعدے کی تائید ہوتی ہے:

«بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ»[37]

"کسی آدمی کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہیں"۔

مذکورہ بالا قاعدہ اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی بھی انسان کو اپنی زندگی یا صحت کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اسی طرح ایک ڈاکٹر یا طبیب کو اپنے مریض یا متحقق کو تحقیق کے لیے ملنے افراد کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچانا چاہیئے۔

قاعدہ ازالۂ ضرر

«الضَّرَرُ يُزَالُ»[38]

"ضرر کا ازالہ کیا جائے گا"۔

اس قاعدے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ کسی انسان کو پیش آمدہ طبعی تکالیف دور کرنے کے لیے اسباب و ذرائع علاج اپنائے جاسکتے ہیں۔ اس قاعدے کی وضاحت اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے زمانہ جاہلیت میں عرفجہ بن سعدؓ کی ناک زخمی ہوئی تو انہوں نے چاندنی کی ناک بنا کر لگائی جس نے بعد میں بدبو شروع کر دی تو نبی کریم ﷺ ان کو سونے کی ناک لگوانے کی اجازت فرمائی۔[39]

قاعدۂ دفع الضرر

«الضَّرَر يدْفع بِقدر الْإِمْكَان»[40]

"ضرر کو جہاں تک ممکن ہو دور کیا جائے گا"۔

اس قاعدے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر فرد کو معاشرے میں درپیش ضرر کو جہاں تک ممکن ہو دور کرنے کا اختیار ہے لیکن طبی میادین میں اس قاعدے کا یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب کسی علاقے میں وبائی امراض پھیل جائے تو اس کی روک تھام کے لیے شرعی حدودات کے اندر رہتے ہوئے متعلقہ محکموں اور نمائندوں نے اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہو گی۔

قاعدۂ تحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام

«يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ؛ لِأَجْلِ دَفْعِ ضَرَرِ الْعَامِّ»[41]

"عام ضرر کو دور کرنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا"۔

مثلاً متعدی مرض میں مبتلا شخص باہر جانے کا خواہش مند ہے۔ وہ ڈاکٹر پر اصرار کرتا ہے کہ اسے مرض سے پاک اور مکمل صحت مند ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دے۔ اس کے نتیجے میں اس کے لئے اپنے آپ کو معاشی طور پر مستحکم کرنا آسان ہو گا اب ڈاکٹر کا اسے سرٹیفکیٹ جاری نہ کرنا مریض کے لئے ضرر ہے۔ دوسری طرف اگر ڈاکٹر اسے صحتمند ہونے کا سرٹیفکیٹ بنا دے تو یہ معاشرے کو ایک بڑی سطح پر خطرے میں ڈال دے گا لہذا طبیب اس شخص کو سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے اجتناب کرے گا۔

قاعدۂ ازالۃ الضرر الأشد بالضرر الأخف

«الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف»[42]

"بڑے ضرر کو کم ضرر کے ذریعے زائل کیا جائے گا"۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ نقائص یا مفاسد کا آپ میں ٹکراؤ آجائے تو چھوٹے کو برداشت کر کے بڑے نقصان یا مفسدہ سے بچایا جائے۔ طبی میادین میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی سرجن کو بعض مریضوں کا کوئی عضو کاٹنا یا چھوڑنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔اب سرجن طبی مہارتوں کا استعمال کرتے ہوئے دیکھے گا کہ سب سے زیادہ نقصان دہ چیز کونسی ہے۔

اسی طرح عصرِ حاضر میں جنین کی ابتدائی پیچیدگیوں میں کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے تو حمل کے ابتدائی ایام میں ہی طبیب یہ طے کرے گا کہ آیا اسقاطِ حمل کیا جائے یا حمل کو برقرار رکھا جائے۔

قاعدۂ الضرورات تبیح المحظورات

«الضرورات تبيح المحظورات»[43]

"ضروریات یا مجبوریاں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہے"۔

ایسی ممنوعات جو عام حالات میں حرام و ناجائز ہیں اکثر انسانی زندگی کو بچانے کے لیے بقدرِ ضرورت، حاجت، منفعت اور زینت وہ اشیاء جائز ہو جاتی ہے۔اس قاعدہ کی دلیل نص قرآنی میں موجود ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[44]

"اس نے تو تمہارے لیے بس مردار جانور، خون، اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوال کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ہاں! اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھائے) جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے"۔

ابو واقد لیثیؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم ایسی جگہ پر ہیں جہاں ہمیں سخت بھوک ستاتی ہے تو مردار جانور کب ہمارے لیے حلال ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا:

«مَا لم تصطبحوا وتغتبقوا أَوْ تَحْتَفِئُوا بِهَا بَقْلًا فَشَأْنَكُمْ بِهَا»[45]

"جب تمہیں صبح کے وقت اور شام کے وقت دودھ پینے کو نہ ملے اور نہ ہی تمہیں عمدہ کھجور کھانے کو ملے تو پھر تم مردار جانور کھا سکتے ہو"۔

مذکورہ بالا دلائل و براہین سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جب کوئی حلال چیز دستیاب نہ ہو تو مردار، خون اور خنزیر جیسی حرام اشیاء کا استعمال بھی بقدرِ ضرورت جائز ہے۔

محققین کی رائے یہ ہے کہ اس قاعدے کے مطابق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حصولِ اولاد کے لیے شوہر کا معلوم نطفہ اس کی زوجہ کے معلوم بیضہ کے ساتھ ملا کر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے بچہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔اگرچہ اس میں شرمگاہ کو کھولا جاتا ہے لیکن بقدرِ ضرورت یہ جائز ہو سکتا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

اولاد کے حصول کے لئے شوہر کا نطفہ اس کی زوجہ کے بیضہ کے ساتھ ملا کر بطور ٹیسٹ ٹیوب بے بی بچے کا حصول، یہ اگرچہ شرم گاہ کھولنے پر مشتمل ہوتا ہے لیکن ایک ضرورت کے زیرِ اثر جائز بھی ہو سکتا ہے تاہم اس کا جواز ضرورت کی حد تک ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ اگلے قاعدے میں آرہا ہے۔

قاعدۂ الضرورات تقدّر بقدرھا

«الضَّروراتُ تُقدَّرُ بقَدرِھَا»[46]

"ضرورت کا تعین اس کی مقدار تک ہے"۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ مجبوری کی وجہ سے جو چیز جتنی مباح ہو گئی ہو اسے اتنی مقدار میں ہی رکھنی چاہیئے جیسا کہ کسی مریض کے ستر والی جگہوں پر کوئی پھوڑا نکل آیا ہو تو طبیب کو دکھانے کے لیے وہ اتنی ہی ستر کھولی جائے کہ جس کا معائنہ کر کے علاج کیا جاسکے۔

یعنی ضرورت کو قدر ضرورت تک ہی محدود رہنا چاہیئے مثلاً طبیب کو مریض کے ران پر بنے پھوڑے کا معائنہ کرنا ہو تو حتی الوسع اتنی ہی جگہ کھلوائے جس کے دیکھنے سے صحیح تشخیص ہو کر علاج ہو سکے۔

قاعدۂ التیسیر عند المشقۃ

«إذَا ضَاقَ الْأَمْرُ اتَّسَعَ »[47]

"جب کسی معاملہ میں مشکل پیدا ہو جائے تو وہاں وسعت دی جائے گی"۔

اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ جب شریعت کے ایک اصل حکم پر عمل کرنے میں مشقت و تنگی پیش آ رہی ہو تو وہاں وسعت دے کر آسانی پیدا کی جائے گی اور جب وہ مشقت و تنگی ختم ہو جائے تو وہ حکم اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے گی۔ مثلاً اعضاء کی پیوند کاری کے مجوزین علماء مشقت سے نجات اور زندگی کو بچانے کے لیے وسعت کے قائل ہیں البتہ وہ وسعت کسی دوسرے شرعی حکم کے خلاف نہ ہو اور نہ وہ کسی دوسرے حکم پر اثر انداز ہو۔

قاعدۂ المشقۃ تجلب التیسیر

«الْمَشَقَّةِ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ »[48]

"مشکل آسانی کو کھینچتی ہے"۔

اس قاعدے کی روشنی میں فقہائے کرام نے کافی پیش آمدہ مشکلات کا حل بتایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم ہے۔ دورِ جدید میں یورین بیگ مریضوں کو لگائے جاتے ہیں جس میں پیشاب خود بخود آ رہا ہوتا ہے۔ اس قاعدے کے رُو سے مریض کا وضو ایک وقت کی نماز کے لیے ہو گا چاہے تھیلی میں پیشاب کیوں نہ آ رہا ہو۔ وہ معذور کے حکم میں آئے گا اور ہر نماز کے لیے علیٰحدہ وضو کرے گا۔

قاعدۂ الأمور بمقاصدھا

«الْأُمُور بِمَقَاصِدِهَا »[49]

"تمام امور کا حکم ان کے مقاصد کے تحت ہوتا ہے"۔

اس قاعدہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ کسی مرض کی شناخت ہو جانے کے بعد مریض کو چیر کر اس کا مرض دور کرنا اگر صحیح نیت و مقصد سے ہو تو اس کا ثواب ملے گا لیکن اگر محض روپے لینے یا کوئی اور نیت ہو نیتِ علاج نہ ہو تو ناجائز ہو گا۔

قاعدۂ الکتاب کالخطاب

« الكِتَابُ كَالخِطَابُ »[50]

"تحریر خطاب کی طرح ہے"۔

یہ قاعدہ طبی اخلاقیات میں یہ فائدہ دیتی ہے کہ جب کسی مریض کا آپریشن ہو رہا ہو تو ولی، وکیل یا سرپرست سے اجازت نامہ پر دستخط ضبط کیے جاتے ہیں۔ ان دستاویزات پر یہ دستخط زبان سے اجازت ہی سمجھی جائے گی کیونکہ تحری خطاب کی طرح ہے۔ اس قاعدے سے طبی اخلاقیات کے تعین میں رضا سے متعلق مدد ملتی ہے۔

قاعدۂ الجواز الشرعی ینافی الضمان

«الجَوَاز الشَّرْعِيّ يُنَافِي الضَّمَان »[51]

"شرعی جواز نقصان پورا کرنے کی ذمہ داری کی نفی کرتا ہے"۔

مذکورہ بلا قاعدہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک ماہر طبیب کو شریعت و قانون کسی مریض کے آپریشن کی اجازت دیتا ہے اگر دورانِ آپریشن ڈاکٹر کی لاپرواہی کیے بغیر کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو جائے تو ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا۔

قاعدۂ الضرر لا یزال بمثلہ

« الضَّرَرُ لَا يُزَالُ بِمِثْلِهِ »[52]

"ایک ضرر کو اسی جیسے دوسرے ضرر سے دور نہیں کیا جائے گا"۔

اس قاعدے کی روشنی میں اعضاء کی پیوندکاری کے مجوزین علماء بھی ان اعضاء کو عطیہ کرنے کے قائل نہیں جن اعضاء کا جوڑا موجود نہیں جیسا کہ دل، جگر، معدہ وغیرہ کیونکہ عطیہ کرنے والا خود خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔

قاعدۂ ما حرم فعلہ حرم طلبہ

«مَا حُرِّمَ فِعْلُهُ حُرِّمَ طَلَبُهُ »[53]

"جس کام کا کرنا حرام ہو اس کا دوسرے سے طلب کرنا بھی حرام ہے"۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق خودکشی ایک قبیح فعل کے ساتھ ساتھ حرام بھی ہے۔ اسی طرح کسی طبیب کو پیسے دے کر خود کو ختم کرنا یا اپنے مریض کو آہستہ آہستہ مرگ تک پہنچانا بھی حرام ہوگا۔

اسی طرح جب حمل پر چار ماہ گزر جائے تو حاملہ عورت نہ تو خود کوئی ایسی دوائی کا استعمال کر سکتی ہے کہ جس سے بچہ گر جائے اور حمل ساقط ہو جائے اور نہ ہی کسی ڈاکٹر سے کروا سکتی ہے۔

مصادر و مراجع

1 بخاری، صحیح بخاری، ج1، ص6، رقم الحدیث:1

2 ترمذی، جامع الترمذی، ج5، ص126، رقم الحدیث:2823

حکم: سند میں عبد الرحمن بن زید بن جدعان کی دادی (جدۃ) مجہول راوی ہیں، لیکن سابقہ حدیث سے تقویت پا کر یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے غریب ہے، اس باب میں ابن مسعود، ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

3 ترمذی، جامع الترمذی، ج4، ص323، رقم الحدیث:1924

حکم: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

4 سورۃ البقرۃ 185:2

5 ترمذی، جامع الترمذی، ج4، ص326، رقم الحدیث: 1930

حکم: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

6 ابن نجیم مصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ / 1999، ج1، ص74

7 بیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد، ریاض، 1423ھ / 2003ء، ج7، ص233، رقم الحدیث: 4931

حکم: محقق حسین سلیم اسد نے اس کی اسناد کو لین کہا ہے۔ ابو یعلی موصلی، احمد بن علی بن مثنیٰ، مسند ابی یعلی، تحقیق حسین سلیم اسد، دار المأمون للتراث، دمشق، 1404ھ / 1984ء، ج7، ص349، رقم الحدیث: 4386

8 ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج4، ص195، رقم الحدیث: 4586

حکم: جامع الاصول میں ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور یہی البانی کی تحقیق بھی ہے۔ ابن الاثیر الجزری، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1389ھ / 1969ء، ج10، ص263

9 بخاری، صحیح بخاری، ج4، ص189، رقم الحدیث: 3559

10 بخاری، صحیح بخاری، ج2، ص122، رقم الحدیث: 1469

11 مسلم، صحیح مسلم، ج4، ص2295، رقم الحدیث: 2999

12 ابن حنبل، مسند احمد، ج10، ص270، رقم الحدیث: 6114

حکم: محقق شعیب الارنؤوط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

13 بخاری، صحیح بخاری، ج7، ص117، رقم الحدیث: 5656

14 ترمذی، جامع الترمذی، ج4، ص412، رقم الحدیث: 2087

حکم: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

15 سورۃ القصص 26:28

16 مسلم، صحیح مسلم، ج4، ص2052، رقم الحدیث: 2664

17 ابن حنبل، مسند احمد، ج20 ص50، رقم الحدیث: 12596

حکم: محقق شعیب الارنؤوط نے اس کو صحیح لغیرہ کہا ہے اور اس سند کو حسن قرار دیا ہے، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے عمران العمی کے، ان کی ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ہیثمی، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مکتبۃ القدسی، قاہرہ، 1414ھ / 1994ء، ج5، ص84

18 سورۃ المائدہ 32:5

19 غزالی، ابو حامد محمد بن محمد المستصفیٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1413ھ / 1993ء، ج1، ص174

20 سورۃ الانعام 108:6

21 ابو داؤد، سنن ابی داؤد، ج4، ص195، رقم الحدیث: 4586

حکم: جامع الاصول میں ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور یہی البانی کی تحقیق بھی ہے۔ ابن الاثیر الجزری، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1389ھ / 1969ء، ج10، ص263

22 اسلامی قوانین، ص398

23 ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج4، ص8

24 ابو داوٗد، سنن ابی داوٗد، ج4، ص195، رقم الحدیث:4587
حکم: حافظ مزی نے تحفۃ الاشراف میں اسے ابو داوٗد کی روایت سے ہی نقل ہے اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ حافظ مزی، جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، مکتب الاسلامی، بیروت، 1403ھ / 1983ء، ج11، ص183

25 مجموعہ مؤلفین، طبی اخلاقیات، دائرے اور ضابطے فقہ اسلامی کی روشنی میں، مرتب کنندہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، 2010ء، مقالہ نگار مولانا محمد فضل الرحمٰن رشادی، ص371

26 ابن قدامہ مقدسی، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی، طبع ریاض الحدیثیہ، بلاسن، ج5، ص538۔ سنیکی، زین الدین ابو یحییٰ زکریا بن محمد زکریا، اسنی المطالب فی شرح روض الطالب، دار الکتاب الاسلامی، بلاسن، ج2، ص427۔ عبد الرحمٰن مقدسی، ابو الفرج شمس الدین عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد، الشرح الکبیر علی متن المقنع، دار الکتاب العربی، بیروت، بلاسن، ج4، ص355۔ مواق، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم، التاج والاکلیل لمختصر خلیل، دار الکتب العلمیہ، 1416ھ / 1994ء، ج7، ص45

27 ابن ضویان، ابراہیم بن محمد بن سالم، منار السبیل فی شرح الدلیل، مکتب الاسلامی، بیروت، 1409ھ / 1989ء، ج1، ص422۔ ابن ابی تغلب بن سالم، عبد القادر بن عمر بن عبد القادر ابن عمر، نیل المآرب بشرح دلیل الطالب، مکتبۃ الفلاح، کویت، 1403ھ / 1983ء، ج1، ص164

28 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 1412ھ / 1992ء، ج5، ص43۔ ابن مودود موصلی، مجد الدین ابو الفضل عبد اللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار، مطبع مصطفیٰ الحلبی، بیروت، 1356ھ / 1937ء، ج1، ص226

29 ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج4، ص128

30 کاندھلوی، محمد زکریا اوجز المسالک، دار القلم، بیروت، 2006ء، ج5، ص451

31 غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، بلاسن، ج3، ص152

32 برکتی مجددی، محمد عمیم احسان، قواعد الفقہ، صدف پبلشرز، کراچی، 1407ھ / 1986ء، ج1، ص106، قاعدہ نمبر252

33 سورۃ البقرۃ2:231

34 سورۃ البقرۃ2:233

35 سورۃ البقرۃ2:282

36 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ج2، ص784، رقم الحدیث:2340
حکم: البانی کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

37 مسلم، صحیح مسلم، ج4، ص1986، رقم الحدیث:2564

38 سیوطی جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، 1411ھ / 1990ء، ج1، ص83، القاعدہ الرابعہ

39 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ، أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ، «قُطِعَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ» ابو داوٗد، سنن ابی داوٗد، ج4، ص92، رقم الحدیث:4232
حکم: اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے جبکہ البانی کی تحقیق کے مطابق بھی یہ حدیث حسن ہے۔

40 زرقا، احمد بن شیخ محمد، شرح القواعد الفقھیہ، دار القلم، شام، 1409ھ / 1989ء، ج1، ص207

41 ابن نجیم مصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفہ النعمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ / 1999، ج1، ص74

42 احمد ریسونی، نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی، دار العالمیہ للکتاب الاسلامی، بیروت، 1412ھ / 1992ء، ج1، ص267
43 سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، 1411ھ / 1991ء، ج1، ص49
44 سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، 1411ھ / 1991ء، ج1، ص49
45 تبریزی، ابو عبد اللہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، مکتب الاسلامی، بیروت، 1985ء، ج2، ص1229، رقم الحدیث: 4262
حکم: اس روایت کو سنن الدارمی میں بھی نقل کیا گیا ہے اور البانی کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔
46 برکتی مجددی، قواعد الفقہ، ج1، ص89، قاعدہ نمبر 171
47 عطار، حسن بن محمد بن محمود، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، بلاسن، ج2، ص398
48 مرداوی، علاء الدین ابو الحسن علی بن سلطان، التحبیر شرح التحریر فی اصول الفقہ، مکتبۃ الرشد، ریاض، 1421ھ / 2000ء، ج8، ص 3847۔ سبکی، الاشباہ والنظائر، ج1، ص49، القاعدہ الثالثۃ
49 ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج1، ص23، القاعدہ الثانیۃ
50 برکتی مجددی، قواعد الفقہ، ج1، ص99، قاعدہ نمبر 219
51 زحیلی، محمد مصطفیٰ وھبہ، القواعد الفقہیہ وطبیقاتھا فی المذاہب الاربعہ، دار الفکر، دمشق، 1427ھ / 2006ء، ج1، ص539، قاعدہ نمبر 96۔ برکتی مجددی، قواعد الفقہ، ج1، ص75، قاعدہ نمبر 105
52 ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، ج1، ص74۔ احمد ریسونی، نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی، ج1، ص267
53 سیوطی، الاشباہ والنظائر، ج1، ص151، القاعدہ الثامنۃ والعشرون